OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

مقسم بہ کے انتخاب کے لحاظ سے قرآنی قسموں کی معنویت مُنْتَخَب تفسیری ادب کی روشنی میں تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Wisdom of Quanic oaths in selección of Muqsam Bihee: A researching and analytical study in the light of Tafseery Literature

حافظ نثار مصطفی

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Verily the holy Quran consists on marvelous, unparalleled and unique style in selecting the most suitable MUQSAM BIHEE (مقسم بہ the personality whom or the thing of which, oath is undertaken). As the Holy Quran was revealed in Arabic, so according to the Arabs, Allah Almighty undertook the oath of the most suitable personality or thing on account of rational aspects emphatic reasons, firmness purpose, peremptory cause, rhetoric motive and to show the dignity and excellence of MUQSAM BIHEE(مقسم بہ).

قرآن کریم میں قسم کا استعمال فطری اسلوب کا حامل

جس موقع اور مقام پر قرآن کریم نے قسم کا استعمال کیا ہے جہاں اس موقع اور مقام پر قسم کا استعمال فطری اسلوب کا حامل ہے وہاں جس مقسم بہ کا انتخاب کیا گیا ہے ،وہ تاکیدی کلمات کے طور پر سب سے زیادہ موزوں، بلاغی توجیہات کی غرض سے سب سے زیادہ وقیع اور مناسبت وشہادت کے لحاظ سے سب سے زیادہ موثر ہے۔ بلا شبہ اقسام القرآن کثیر الجہات معنویت کی حامل ہیں۔اقسام القرآن کی معنویت کا ایک معنی خیز پہلو موزوں ترین مُقْسَم بِہٖ کا انتخاب کرنا ہے۔ چنانچہ اس مختصر تحقیق میں اقسام القرآن کے اس معجزانہ وحکیمانہ پہلو کو بیان کیا گیا ہے۔اس سلسلہ میں صرف انہیں اقسام القرآن کی معنویت بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے جو اللہ رب العزت نے اپنی زبانِ ربوبیت کے ساتھ کھائی ہیں۔ اس علمی و تحقیقی مقالہ کی تحریر وتدوین میں نگرانِ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی کی رہنمائی و علمی تعاون مجھے حاصل رہا ہے۔

موزوں ترین مقسم بہ کا انتخاب

قرآنِ کریم میں اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے جو قسمیں کھائی ہیں ان کے کئی مقاصد ہیں چنانچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالٰی موزوں ترین مقسم بہ کا انتخاب کرتے ہیں۔زیادہ تر مقسم بہ مُقْسَم عَلَیْہِ کے خَصَائِص اور عَلَامَات کا حَامِل ہوتا ہے، اس میں عبرت کا مقام اور نصیحت و یاد دہانی کا موقع ہوتا ہے، غور و فکر کا وسیع میدان ہوتا ہے۔اس کے پیچھے ایک مقصد ہوتا ہے جس کو غور و فکر کرنے والا، عقل مند اور بصیرت والا مومن طلب کرتا ہے۔پس ان دونوں کے درمیان انتہائی قوی مناسبت ہوتی ہے چنانچہ محمد بکر اسماعیل لکھتے ہیں:

"تم جان لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی چیز کی قسم نہیں کھاتے مگر اس میں عبرت کا مقام اور نصیحت و یاد دہانی کا موقع ہوتا ہے،اور غور و فکر کا وسیع میدان ہوتا ہے۔اس کے پیچھے ایک مقصد ہوتا ہے جس کو غور و فکر کرنے والا، عقل مند

اور بصیرت والا مومن طلب کرتا ہے۔ زیادہ مرتبہ مُقْسَم عَلَیْہِ مُقْسَم بِہِ کے خَصَائِص اور عَلامَات کا حَامِل ہوتا ہے، پس ان دونوں کے درمیان انتہائی قوی مناسبت ہے، جیسا کہ اس کا بیان آرہا ہے۔ پس بعض اوقات اللہ تعالی کسی چیز کی تعظیم کی خاطر اس کی قسم کھاتا ہے یا اس کی شان بڑھانے کے لیے یا اس کے شر سے ڈرانے کے لیے یا پھر اس کی نعمتوں کو یاد دلانے کے لیے، یا عُقَلَاء کو اس میں غور و تامل کے لیے اور اس کے اسرار پر پہچان حاصل کرنے کے لیے، قسم میں یہ تمام اغراض اکٹھے ہو جاتے ہیں اور کبھی ان میں سے کچھ اغراض جمع ہو جاتے ہیں۔"[1]

قسم کا ایک بڑا مقصد متشکک یّدِ مُقابل اور منکر حریف کو بِالتَّدرِیج ان باتوں کے اعتراف کی طرف لانا ہوتا ہے جن کا وہ انکار کر رہا ہوتا ہے نیز اس پر دلیل و حُجَّت قائم کر کے ،اخبار و تعلیمات کو مُؤَکَّد شکل اور کامل ترین صورت میں اس پر پیش کرنا بھی قسم کا ایک مقصد ہے۔ حالِف قسم اس لیے اٹھاتا ہے تاکہ وہ جس چیز کی خبر دے رہا ہے، اِثبات اور نفی کے اعتبار سے اس کو بالتّاکید بیان کرے۔ قسم ایک ایسا جملہ ہوتا ہے جو دوسرے جملے کی تاکید کرتا ہے۔ حالف ایجاز و اختصار سے مُقْسَم بِہ کے ساتھ مُقْسَم عَلَیْہِ کی تاکید کرتا ہے چنانچہ محمد بکر اسماعیل لکھتے ہیں:

"قسم کا اصل مقصد بندوں کے دلوں میں مُقْسَم عَلَیْہِ کی تاکید، تقریر اور تثبیت ہے تاکہ مخاطب لوگ اس (مُقْسَم عَلَیْہِ) پر کامل یقین حاصل کر لیں، باوجودیکہ مُقْسَم بِہِ کے ساتھ مُقْسَم عَلَیْہِ کی تاکید ایجاز کی ایک قسم شمار کی جاتی ہے۔ یہ ہمیشہ دلیل پر مشتمل دعوت دیتی ہے۔ پس وہ قاری کو وسیع میدان فراہم کرتی ہے اور اس کے لیے غور و فکر کے وسیع ابواب کھولتا ہے۔"[2]

قرآن کریم کے اعجاز کا ایک پہلو مقسم بہ اور مقسم علیہ کے انتخاب میں حساسیت ہے کہ کون سی چیز مقسم بہ کے طور پر مناسب ترین ہے اور کون سی مقسم علیہ کے طور پر موزوں ہے، قرآن کریم اس کا بھی لحاظ و پاس رکھتا ہے۔ اُمورِ خَفِیَّہ اور غائبہ کے اثبات کے لیے قسم کھانا مُسْتَحْسَن ہے اور وہ مقسم علیھا بن سکتے ہیں مقسم بھا نہیں بن سکتے جبکہ اُمورِ ظاہرہ اور مشھودہ جیسے سورج، چاند، رات، دن، آسمان اور زمین مُقْسَم بِھا تو بن سکتے ہیں لیکن مُقْسَم عَلَیْھَا نہیں ہوتے۔ اس ضمن میں ابن القَیِّم رَحِمَہُ اللّٰہ یوں رقمطراز ہیں:

"بعض اوقات قرآنِ کریم میں مُقْسَم عَلَیْہِ کی تحقیق و اثبات کے لیے قسم کھائی جاتی ہے۔ اور کبھی اس سے قسم اور مُقْسَم علیہ کی تحقیق اور اثبات مقصود ہوتا ہے اور کبھی اِس (قسم) سے مُقْسَم عَلَیْہِ کی تحقیق و تاکید مقصود ہوتی ہے۔ اُمورِ خَفِیَّہ اور غائبہ کے اثبات کے لیے قسم کھانا مُسْتَحْسَن ہے جبکہ اُمورِ ظاہرہ اور مشھورہ جیسے سورج، چاند، رات، دن، آسمان اور زمین مُقْسَم بِھا تو بن سکتے ہیں لیکن مُقْسَم عَلَیْھَا نہیں ہوتے۔"[3]

ابو القاسم القشیری نے (معترضین علی اقسام القرآن کو) جواب دیتے ہوئے کہا کہ للہ تعالیٰ نے کمالِ حجت اور اس کی تاکید کے لیے قسم کا ذکر کیا ہے، حکم کو دو اشیاء کے ساتھ مُستحکم کیا جاتا ہے (وہ دو اشیاء) شہادت یا قسم ہیں۔ للہ تعالیٰ

نے اپنی کتاب میں دونوں ہی انواع ذکر کی ہیں، تاکہ ان (منکرین) کے پاس کوئی حجت نہ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾[4] "اللہ نے خود بھی اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی راستی اور انصاف کے ساتھ یہی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔" ﴿ قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ﴾[5] ایک دیہاتی کے متعلق مروی ہے کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا: ﴿ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ. فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ﴾"[6] اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ کچھ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے پس آسمان اور زمین کے پروردگار کی قسم! یہ بات ایسے ہی ایک حقیقت ہے جیسے تمہارا بولنا ایک حقیقت ہے۔) تو وہ پکار اُٹھا: کس نے اللہ رب جلیل کو اس قدر غضب ناک کیا کہ وہ قسم کھانے پر مجبور ہو گیا۔ قسم قابل تعظیم کی کھائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں سات مقامات پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔)[7]

اس حقیقت میں کچھ شک نہیں کہ مُقسَم بِہ اَہْلِ عَرَب کے ہاں ان اشیاء میں سے ہے جو ان کے نزدیک معظم و محترم ہیں لہذا "(اللہ تعالی کے اسماء وصفات میں سے ہر ایک اور ان کی طرح دوسری محترم شیء جیسے بیت اللہ اس لیے مُقسَم بِہ بن سکتی ہیں کہ یہ اہل عرب کے ہاں ان اشیاء میں سے ہیں جو ان کے نزدیک معظم و محترم ہیں (جیسا کہ درج ذیل شعر ہے):

فَأَقْسَمْتُ بِالْبَيْتِ الَّذِيْ طَافَ حَوْلَهُ ... رِجالٌ بَنَوْهُ مِن قُرَيْشٍ وَّجُرْهُمِ

پس میں بیت اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں جس کا طواف قریش اور بنو جرہم کرتے ہیں

چونکہ اہل عرب بیت اللہ کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں اسی لیے شاعر نے اس کی قسم کھائی ہے جیسا کہ اس شعر سے عیاں ہے۔) نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانے سے (اسی لیے) منع کیا ہے۔ (کہ اس میں مقسم بہ کی تعظیم کا پہلو پایا جاتا ہے۔) کتاب عزیز میں خالق کی تعظیم کی خاطر بہ کثرت مخلوقات کی قسمیں وارد ہوئی ہیں کیونکہ صنعت کی تعظیم میں صانع کی تعظیم ہوتی ہے۔ (یا دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ عظیم الشان صنعت، صانع کی عظمت علوِّ شان اور رفعت پر دلالت کرتی ہے۔) اللہ تعالی کی یہ قسمیں: ﴿ وَالْعَصْرِ. إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴾[8] ﴿وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا﴾، ﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾[9]، {وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا﴾[10] اسی قبیل سے ہیں۔ (جو صانع وخالق کی عظمت پر دال ہیں)، اس قسم کی اقسام قرآن کریم میں بہ کثرت ہیں۔۔۔ شارح نے کہا: بے شک ہم نے ذکر کیا ہے کہ قسم ایک ایسا جملہ ہے جو دوسرے جملے کی تاکید کرتا ہے، جیسے تیرا یہ قول ہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں: تو ضرور کرے گا اور تو "نا کر"، جملہ موکدہ "احلف" ہے جبکہ اس کا مُقسِم (قسم کھانے والا) اللہ تعالی ہے۔ جو بھی اس طرح مُقسَم بِہ ہو گا وہ حالف کے نزدیک محترم ہو گا۔"[11] "۔۔۔ قسم قابل تعظیم کی کھائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں سات مقامات پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔"[12]

اقسام القرآن کے اغراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر مقسم بہ کے انتخاب پر تفکر و تدبر کیا جائے تو اس کی معنی خیزی، موزونیت اور معنویت بہ سہولت عیاں اور واضح ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر عبد الجلیل نے لُغۃ القرآن میں اَقسامُ القُرآن کے جو چھے مقاصد اور اغراض بیان کیے ہیں وہ اس معنی خیزی اور معنویت کے عکاس و غماز ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

1- اقسام القرآن کا پہلا مقصد) کائنات جن حقائق غریبہ اور اسرار عجیبہ پر مشتمل ہے اور جو اس میں عالی شان محکم نظام ہے ان کی طرف نگاہوں کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

2- (اقسام القرآن کا دوسرا مقصد) رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا اثبات، یہ اس طرح کہ عربوں کا عقیدہ تھا کہ جھوٹی قسموں سے گھر برباد ہو جاتے ہیں اور جھوٹی قسم کھانے والے کو نقصان پہنچتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالی کے حکم سے اکثر قسمیں کھائی ہیں اس کے باوجود آپ کو کسی نقصان سے واسطہ نہیں پڑا بلکہ آپ ﷺ کی شان بلند ہوئی اور عالی شان شہرت دوام ملی یہ چیز آپ ﷺ کی صداقت کی دلیل بنی۔

3- (اقسام القرآن کا تیسرا مقصد) اُمورِ غَائِبَہ مَعْنَوِیَّہ کو اُمورِ مَشْہُودہ محسوسہ کے ساتھ مثال دینا تاکہ امور غائبہ معنویہ نفس میں نہایت مضبوطی سے جگہ پکڑ لیں اور یہ غرض زیادہ ہوتی ہے جیسے اللہ تعالی نے صبح ،دن ،چاشت، سورج اور رات کی قسمیں اٹھائیں تاکہ اللہ تعالی کے رعب کی تاثیر کے ساتھ نفوس انسانیہ میں امور معنویہ ہدایت و ایمان کے معانی کو جلا ملے۔

4- (اقسام القرآن کا چوتھا مقصد) عقائد باطلہ کی تصحیح کرنا، ستاروں کے غروب ہونے کی اور اس کی مثل اور چیزوں کی قسم کھانے میں ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جو ستاروں کی الوہیت اور اس دنیا میں ان کے تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے۔ حدیثِ نبوی میں یہی مقصد قسم کے بغیر آیا ہے۔

5- (اقسام القرآن کا پانچواں مقصد) مُقْسَم عَلَیْہِ کی تحقیق و تاکید خاص کر جب مُقْسَم عَلَیْہِ مخفی امور غائبہ سے ہو تو اللہ تعالی ان کے اثبات کے لیے قسم کھاتے ہیں جیسے : بعثت، حشر، حساب (کے اثبات کے لیے اللہ تعالی نے قسمیں کھائی ہیں)۔

6- (اقسام القرآن کا چھٹا مقصد) نمایاں واقعات کی طرف نگاہوں کو متوجہ کرنا جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے طور اور بلد امین کی قسمیں کھائی ہیں۔ طور پہاڑ کی قسم سے معجزات موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی یاد دہانی اور بلد امین کی قسم سے غلبہ اسلام کے ساتھ مکہ مکرمہ کے متعلق اور اس کی طویل تاریخ کی طرف متوجہ کیا ہے۔"[13]

قرآنِ کریم میں اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالَیٰ نے جو قسمیں کھائی ہیں ان کے کئی مقاصد ہیں اقسام القرآن کے اغراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر مقسم بہ کے انتخاب پر تفکر وتدبر کیا جائے تو اس کی معنی خیزی، موزونیت اور معنویت بہ سہولت عیاں اور واضح ہو جاتی ہے کہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالی موزوں ترین مقسم بہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ تحقیقی مضمون اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے چنانچہ ذیل میں چند مقامات قسم زیبِ قرطاس کیے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالی کے مقسم بہ کے انتخاب کی معنویت کو منتخب تفسیری ادب کی روشنی میں حتی الامکان واضح اور عیاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

پہلا مقام

نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ کریم میں تین مقامات پر اللہ تعالی نے اپنے رب ہونے کو آپ ﷺ کی طرف مضاف کرکے اپنے رب ہونے کی قسم کھائی ہے۔ ان تینوں مقامات میں سے پہلا مقام درج ذیل ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [14]

(سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نا پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔)

اس آیتِ مُبارکہ میں اَرکانِ قسم

۱۔ مُقسِم: اَللہ سُبحانَہ وَتَعَالَیٰ ہے۔ 2۔ مُقسَم بِہٖ: نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اللہ تعالی کی ربوبیت مُقسَم بِہٖ ہے۔ قسم اٹھا کر آپ کی طرف ربوبیت منسوب کرنے میں نبی کریم ﷺ کے لیے ڈھارس، تسلی اور تشفی کے ساتھ ساتھ آپ کی تعظیم، تکریم اور علو شان کا بھی اظہار ہے۔ 3۔ مُقسَم عَلَیہِ: "لَا يُؤْمِنُونَ" مُقسَم عَلَیہِ ہے وہ شخص جو ایمان کا دعوی کرتا ہے۔ اور اس آیت میں مذکور شرائط کو اپنے اندر پیدا نہیں کرتا وہ ایمان دار نہیں ہے۔ 4۔ اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بطورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

اس آیت میں مقسم بہ کے انتخاب کے لحاظ سے قرآنی قسم کی معنویت

اَللہ تَعَالَیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے درمیان پیدا ہونے والی تمام نزاعات میں تمہی کو حکم نہ مانیں اور پھر ساتھ ہی ان کے اندر یہ ذہنی تبدیلی نہ واقع ہو جائے کہ وہ تمہارے فیصلے کو بے چون وچرا پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ مانیں اور اپنے آپ کو بلا کسی استثنا و تحفظ کے تمہارے حوالے کر دیں۔ رسول کی اطاعت خود خدا کی اطاعت کے ہم معنی ہے اس وجہ سے اس کا حق صرف ظاہری اطاعت سے

ادا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے دل کی اطاعت بھی شرط ہے۔ یہاں "فلا وربک" کی قسم کا موقع و محل بھی ملحوظ رہے۔ اس سے صرف رسول کی ظاہری و باطنی اطاعت کی تاکید ہی مقصود نہیں ہے بلکہ یہ منافقین کی جھوٹی قسم کی، جو آیت 62: میں مذکور ہے، سچی قسم کے ساتھ تردید بھی ہے۔ پھر وَرَبِّکَ کے خطاب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے لیے اِلتفات خاص کی جو دل نوازی ہے اس کی بلاغتوں کا اندازہ تو صرف اہل ذوق ہی کر سکتے ہیں، قلم ان کی تعبیر سے قاصر ہے۔"[15]

رسول کریم ﷺ کی اطاعت کا خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ہم معنی ہونا نیز "وَرَبِّکَ" کے خطاب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے لیے اِلتفات خاص جہاں آپ ﷺ کی عصمت و صداقت کی دلیل ہے وہاں آپ ﷺ کی رفعت شان کا بھی غماز و عکاس ہے۔ "بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ذات علیہ کی قسم کھائی ہے بلکہ اپنی ربوبیت کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے کہا: وربک "اے نبی ﷺ آپ کے رب کی قسم، نبی ﷺ کی تکریم اور شان کو بلند کرنے کے لیے۔"[16]

اس مقام پر "ربک" (تیرا رب) بطور مقسم بہ منتخب کرنا کئی لحاظ سے معنویت کا حامل ہے۔ ظاہری طور پر یہاں دو وجہ سے قسم کھائی جا رہی ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ منافقین کو بالخصوص اور عام مسلمانوں کو بالعموم اس بات کا اچھی طرح یقین آ جائے کہ اللہ کے نزدیک وہ ایمان کسی طرح بھی قابل اعتبار نہیں جس میں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور محبت میں کمی ہو۔ وہ ہزار ایمان کے دعوے کریں لیکن ایمان کے لیے لازمی سند وہ ہے جو اس آیت کریمہ میں آگے پیش فرمائی جا رہی ہے۔ اور سیاق و سباق کے تناظر میں قسم کھانے کی دوسری وجہ یہ بھی بن سکتی ہے کہ اس سے پہلے آیت نمبر 63 میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے منافقین کی قسم کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ آپ کو قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے ایمان میں اور مسلمانوں کے ساتھ ہمارے رویے میں منافقت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ چنانچہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے منافقین کی اس جھوٹی قسم کی تردید سچی قسم کے ساتھ فرمائی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے لیے ہزار قسمیں کھائیں چونکہ وہ جھوٹی قسمیں کھا کر ان کا سہارا لے رہے ہیں، اس لیے وہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اس کے مقابلہ میں صنعت تضاد کا استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سچی قسم کھا کر فرمایا کہ وہ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ اور مزید یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ "وَرَبِّکَ" کے خطاب میں جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اضافت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات کی طرف فرمائی ہے اور جس طرح التفاتِ خاص کا ثبوت دیا ہے اس سے منافقین اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ بات بتلانا مقصود ہے کہ جس پیغمبر کی اطاعت اور محبت کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ اس کا مقام و مرتبہ اللہ کی نگاہ میں کیا ہے؟ قسم تو یقیناً اللہ کے نام کی ہوتی ہے اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ "مجھے اپنی قسم ہے"

لیکن بطور خاص یہ فرمانا کہ " تیرے رب کی قسم ہے" یہ اسلوب کلام جہاں آپ ﷺ کی عصمت وصداقت کی دلیل ہے وہاں آپ ﷺ کی رفعت شان کا بھی غماز وعکاس ہے۔

دوسرا مقام

پورے قرآنِ کریم میں صرف ایک مقام پر اللہ تعالی نے کسی کی عمر کی قسم کھائی ہے۔ اکثر واغلب مفسرین کی رائے کے مطابق اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی عمر کی قسم کھائی ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴾[17]

(تیری عمر کی قسم! وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے۔)

اس آیتِ مُبارکہ میں اَرکانِ قسم

ا۔ مُقسِم (قسم کھانے والا) اَللّٰہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ہے۔ 2- مُقْسَم بِہٖ (جس کی قسم اٹھائی گئی ہے): نبی کریم ﷺ کی عمر ہے۔ 3- مُقْسَم عَلَیْہِ: کفار وفساق کا بدمستی میں سرگرداں ہونا۔ 4- اَداۃِ قسم: لام تاکید جو یہاں قسم کی معنی دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی عمر کی قسم کھانے کی مَعْنَوِیَّت

قاضی ابو بکر بن عربی نے بیان کیا ہے کہ مفسرین نے بِالْاِجماع کہا ہے کہ اللہ تعالی نے یہاں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے شرف وعظمت کے اظہار کے لئے ان کی حیات مبارکہ کی قسم کھائی ہے۔۔۔اسی طرح قاضی عیاض رَحِمَہُ اللّٰہُ تعالی نے کہا ہے: اس بارے میں اہل تفسیر نے اجماع کیا ہے کہ یہ اللہ تعالی کی جانب سے نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدت حیات کی قسم ہے۔۔۔اس کا معنی ہے: اے محمد! ﷺ تیری بقا کی قسم! اور بعض نے کہا ہے: تیری حیات کی قسم! اور یہ تعظیم کی انتہاء اور احسان اور شرف عطا کرنے کی حد ہے۔ ابو الجوزاء نے کہا ہے: اللہ تعالی نے نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی، کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالی کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ معزز ومکرم ہیں۔

علامہ ابن عربی نے کہا ہے: اور کون سی چیز اس سے مانع ہے کہ اللہ تعالی لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی زندگی کی قسم کھائے اور اس کے سبب انہیں اس شرف وعظمت تک پہنچادے جوان کے لیے چاہے، فضل وعظمت میں سے جو کچھ اللہ تعالی لوط عَلَیْہِ السَّلَام کو عطا فرمائے گا اس سے کئی گنا شرف اپنے محبوب جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمائے گا، کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالی کے نزدیک ان سے زیادہ عزت والے ہیں؛ (لہذا اس معنی میں اگر مُقْسَم بِہٖ لوط عَلَیْہِ السَّلَام ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے) کیا آپ جانتے نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو خلت اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو شرف ہمکلامی عطا فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی یہ سب اعزازات عطا فرمائے، تو جب اللہ تعالی حضرت لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی حیات کی قسم

کھائی تو حضور نبی رحمت ﷺ کی حیات طیبہ اس سے کہیں بلند اور ارفع ہے، (لہٰذا) کوئی ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف نہ نکلے اور بغیر ضرورت کے اس کا ذکر نہ کرے۔۔۔)"[18]

علمائے تفسیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ عَلَیہِ اَطیَبُ التَّحِیَّۃِ وَاَجمَلُ الثَّنَاءِ کی حیات پاک کی قسم کھائی ہے اور یہ حضور کی عظمت شان اور شرف رفیع کی قوی دلیل ہے۔ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنہُمَا نے فرمایا: "مَا خَلَقَ اللہُ نَفْسًا اَکْرَمَ عَلَیْہِ مِن مُّحَمَّدٍ (ﷺ) وَمَا اَقْسَمَ بِحَیَاۃِ اَحَدٍ اِلَّا بِحَیَاتِہٖ۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ سے زیادہ کسی چیز کو معزز اور مکرم پیدا نہیں کیا اور حضور ﷺ کے بغیر کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔۔۔"[19]

درج بالا عبارات کا ملخص یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی، کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ معزز و مکرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کی زندگی کی قسم کھانا تعظیم و تکریم کی انتہا ہے۔ بقول شاعر

ذات نبی ﷺ بلند ہے ذات خدا کے بعد   ہر ابتدا سے پہلے ہر انتہاء کے بعد

تیسرا مقام

نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ کریم میں تین مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کو آپ ﷺ کی طرف مضاف کرکے اپنے رب ہونے کی کھائی ہے۔ ان تینوں مقامات میں سے دوسرا مقام درج ذیل ہے:

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ . عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾[20]

(قسم ہے تیرے پالنے والے کی! ہم ان سب سے ضرور بازپرس کریں گے۔ ہر اس چیز کی جو وہ کرتے تھے۔)

اس آیتِ مُبارکہ میں اَرکانِ قسم

ا۔ مُقسِم (قسم کھانے والا): اَللہ سُبحَانَہٗ وَتَعَالیٰ ہے۔2۔ مُقسَم بِہٖ (جس کی قسم اٹھائی گئی ہے)۔3۔ مُقسَم عَلَیہِ: ہم ان سب سے ضرور بازپرس کریں گے۔ ہر اس چیز کی جو وہ کرتے تھے۔4۔اَداۃِ قسم: یہاں واو اَداۃِ قسم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

ان آیات میں مقسم بہ کے انتخاب کے لحاظ سے قرآنی قسم کی معنویت

﴿ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنھُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴾ "قسم ہے تیرے پالنے والے کی! ہم ان سب سے ضرور بازپرس کریں" یعنی قیامت کے دن کفار میں سے مقتسمین (کتاب الٰہی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے) اور ان کے ماسوا اور کفار وغیرہ سے ہم زجر و توبیخ پر مشتمل بازپرس کریں گے۔ ﴿ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ اس کی بابت جو وہ دنیا میں کہتے، کرتے اور ترک کرتے تھے، لہٰذا اسا سی طور پر اس بازپرس میں اقتسام و تعضیہ (تقسیم و متفرق کرنا) داخل ہیں اور اس کی ہم انھیں پوری پوری جزادیں گے۔ اس قسم میں تشدید اور وہ تاکید وعید ہے، جو مخفی نہیں ہے۔ پس فاء ان کے اعمال پر وعید کے مترتب ہونے کے لیے جن میں سے

بعض کا ذکر کیا گیا ہے۔ وصف ربوبیت کو نبی کریم عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کی طرف مضاف کر کے بیان کرنے میں آپ عَلَیْہِ الصَّلَاۃ وَالسَّلَام پر اظہارِ لطف ہے۔"[21]

قسم کا مقصود خبر کی تاکید ہے اور رسول عَلَیْہِ الصَّلَاۃ وَالسَّلَام ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، جو اس وعید کی صداقت میں شک کرتے ہیں، لیکن تاکید اس خبر میں اس تھدید پر مُتَسَلِّط ہوتی ہے، جو ﴿لَنَسْئَلَنَّهُمْ﴾ میں موجود ضمیر مفعول کی طرف لوٹتی ہے۔ رب کو ضمیر نبی کی طرف مضاف کر کے بیان کرنا اس بات کی طرف ایماء ہے کہ مُقْسَم عَلَیْہِ کے متعلق سوال کرنے میں اس کی عظمت کے بیان کا بھی حصہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا مُکَذِّبِیْن سے، ان کی تکذیب کے متعلق اپنے رسول عَلَیْہِ الصَّلَاۃ وَالسَّلَام کی خاطر غضبناک ہو کر سوال کرنا ہے۔"[22]

اس آیت ﴿ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ (قسم ہے تیرے پالنے والے کی) میں رب کو ضمیر نبی کی طرف مضاف کر کے بیان کرنا اس بات کی طرف ایماء اور اشارہ ہے کہ مُقْسَم عَلَیْہِ کے متعلق سوال کرنے میں مقسم بہ کے متعلق (جو کہ رسول کریم ﷺ ہیں) کی عظمت کا بھی حصہ ہے۔ دوسرے آسان الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ اسلوب کلام اس حقیقت کا غماز کے مقسم بہ، مقسِم کے نزدیک موقر ہے۔

چوتھا مقام

نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ کریم میں تین مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کو آپ ﷺ کی طرف مضاف کر کے اپنے رب ہونے کی قسم کھائی ہے۔ ان میں سے تیسرا مقام درج ذیل ہے:

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا . ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا . ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَى بِهَا صِلِيًّا﴾[23]

(تیرے پروردگار کی قسم! ہم انھیں اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے ارد گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کر دیں گے. ہم ہر ہر گروہ سے انھیں الگ نکال کھڑا کریں گے جو اللہ رحمٰن سے بہت اکڑے اکڑے پھرتے تھے. پھر ہم انھیں بھی خوب جانتے ہیں جو جہنم کے داخلے کے زیادہ سزاوار ہیں۔)

ان آیاتِ مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱- مُقْسِم (قسم کھانے والا): اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالَیٰ ہے۔ 2- مُقْسَم بِہ: (جس کی قسم اٹھائی جائے): (وَرَبِّکَ) یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہے جو رسول کریم کی طرف مضاف ہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی رسول کریم کی ضمیر کی طرف اضافت آپ ﷺ کے علو شان، عظیم مقام اور عالی شان ہونے کو واضح کرتا ہے۔ 3- مُقْسَم عَلَیْہِ: ہم ان (سرکش لوگوں) اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے ارد گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کر دیں گے۔ ہم ہر ہر گروہ سے انھیں الگ

نکال کھڑا کریں گے جو اللہ رحمٰن سے بہت اکڑے اکڑے پھرتے تھے پھر ہم انھیں بھی خوب جانتے ہیں جو جہنم کے داخلے کے زیادہ سزاوار ہیں۔4-اَداۃِ قسم: یہاں واوادا ۃِ قسم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

ان آیات میں مقسم بہ کے انتخاب کے لحاظ سے قرآنی قسم کی معنویت

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ﴾(تیرے پروردگار کی قسم! ہم انھیں اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے ارد گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کر دیں گے۔) قسم کے دو فوائد ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ (اہل عرب کی) عادت جاریہ ہے کہ قسم کے ساتھ خبر کی تاکید کی جاتی ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کا اپنے نام کو اپنے رسول ﷺ کے نام کی طرف مضاف کر کے قسم کھانا آپ کی تفخیم شان کا غماز ہے۔"[24] "اللہ تعالی نے اپنے نام کو اپنے رسول کی طرف مضاف کر کے اپنے رسول کی تعظیم و تسریف کی خاطر قسم اٹھائی۔"[25] "{فَوَرَبِّكَ} " قسم ہے تیرے پالنے والے کی" اللہ تعالی کا اپنے نام کو اپنے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے قسم کھانا معاملہ کی تحقیق کے لیے اور رسول ﷺ کی تفخیم شان کے لیے ہے۔ ہم ان کفار کو جو منکرین بعث ہیں ضرور حشر میں جمع کریں گے۔"[26] "ضمیر مخاطب جو کہ نبی کریم ﷺ ہیں، کی مضاف کر کے رب کی قسم کھانا آپ ﷺ کی تعظیم قدر و شان کا عکاس و غماز ہے۔"[27] "رسول اللہ ﷺ کی طرف مضاف کر کے اللہ تعالی کا اپنے مقدس نام کی قسم کھانے میں آپ کی شان و عظمت کی رفعت و بلندی کی علامت و دلیل ہے۔"[28]

درج بالا چار اقسام القرآن وہ ہیں جن کا مقسم بہ کے اعتبار سے رسول کریم ﷺ سے تعلق ہے۔ چنانچہ اس تعلق کے جہاں اور بہت سے مقاصد ہیں وہاں آپ ﷺ کی علو شان کا اظہار و بیان بھی اس کا اساسی مقصد ہے۔

پانچواں مقام

﴿ يس .وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ. إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ . عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾[29]

(یسین. قسم ہے قرآن باحکمت کی () بے شک آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر ہیں۔)

اَرکانِ قسم

ا- مُقسِم :اَللہ سُبحَانَہٗ وَتَعَالَیٰ بذات خود ہے۔2- مُقسَم بِہٖ : قرآن حکیم کی قسم کھائی گئی ہے۔3- مُقسَم عَلَیہِ : یقینا محمد کریم ﷺ رسولوں میں سے ہیں۔4-اداۃ قسم: یہاں واو بطورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات میں مقسم بہ کے طور پر قرآن کریم کے انتخاب میں قرآنی قسم کی معنویت

قسم کی غرض و غایت جہاں جملہ قسمیہ کے مضمون کی تاکید میں مبالغہ ہے یعنی اللہ تعالی کا چیزوں کی قسم کھانے کا مطلب مُقسَم عَلَیہِ کی بابت ان میں موجود دلائل کو بطورِ اِستِشہاد پیش کرنا ہے وہاں مقسم بہ کے اللہ تعالی کے ہاں معظم اور شریف القدر ہونے

سے بھی کنایہ ہے: "قرآنِ کریم کی قسم اللہ تعالی کے ہاں اس کے معظم اور شریف القدر ہونے سے کنایہ ہے، اس سورت کی ابتدائی آیات سے یہی مقصود ہے۔ اس قسم سے مقصود خبر کی تاکید اور اس کی تعظیم ہے۔"[30] حضرت کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے یٰسٓ سے مراد قسم ہے، اللہ تعالی نے زمین و آسمان کے تخلیق سے دو ہزار سال پہلے اس کے ساتھ قسم کھائی فرمایا : ﴿ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ "اے محمد ﷺ! تو مرسلین میں سے ہے،" پھر فرمایا: ﴿وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ﴾ "اگر یہ مقدر کیا جائے کہ یہ اللہ تعالی کے اسماء میں سے ہے اور یہ صحیح ہو کہ یہ قسم ہے تو اس میں تعظیم کا پہلو موجود ہو گا۔۔۔"[31]

اس پر دوسری قسم کا جو عطف کیا گیا ہے اس کے ساتھ پہلی قسم کو مؤکد کیا گیا ہے اگر یہ ندا کے معنی میں ہو تو اس کے بعد قسم اس لئے آئی ہے تاکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کو ثابت کیا گیا جائے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہدایت پر گواہی دی جائے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف وحی کی کہ آپ ایمان کی صراط مستقیم پر ہیں یعنی یہ ایسا راستہ ہے جس میں کوئی کمی نہیں اور حق سے کوئی اعراض نہیں۔ نقاشی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سوا کسی کی رسالت کے لئے قسم نہیں اٹھائی اس میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے عظمت اور شرف کا اظہار ہے۔۔۔ قشیری نے کہا: حضرت ابن عباس (رض) نے ارشاد فرمایا: قریش کے کفار نے کہا تو مرسل نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہماری طرف مبعوث نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر فرمایا: آپ رسولوں میں سے ہیں۔ حکیم کا معنی محکم ہے یہاں تک کہ باطل اور تناقض لاحق نہیں ہوتا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: احکمت ایتہ) ہود۔"[32]

قرآن کریم کا یہ اسلوب معنی خیز ہے کہ جن مقامات پر اللہ تعالی نے لفظ قرآن کے ساتھ قسم کھائی ہے وہاں قرآن کے تین مختلف اوصاف (الحکیم، ذی الذکر اور المجید) ذکر کیے ہیں جبکہ جہاں اس نے لفظ کتاب کے ساتھ قسم کھائی ہے وہاں دونوں مقامات پر لفظ مبین بہ طور صفت ذکر کیا ہے چنانچہ اس مقام پر جو القرآن کے ساتھ الحکیم کا اضافہ کیا ہے اس کی معنی خیزی ابوالسعود العمادی محمد بن محمد بن مصطفی (م:982ھ) یوں بیان کرتے ہیں:

اَوّلاً قرآنِ کریم کی خاص طور پر قسم کھانے میں اور ثانیاً اس کی صفت "حکیم" لانے میں، اس کے عظیم الشان ہونے کی دلیل ہے اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ جس طرح آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے، بایں طور کہ اس کا نظم معجز بَدَائِعُ الْحِکَم پر مشتمل ہے، اسی طرح یہ اس حیثیت سے بھی اس کی گواہی دیتا ہے، خصوصاً جب کہ کسی چیز کی قسم کھانا جملہ قسمیہ کے مضمون کے تحقق پر استشہاد اور اس کے ثبوت کی تقویت ہے، لہٰذا وہ اس پر گواہ اور قطعی دلیل ہے۔"[33]

قسم کے اغراض میں سے ایک غرض مقسم بہ کو مضمون و مدعا کے اثبات کے لیے بہ طور گواہ پیش کرنا ہے: "۔۔۔ قسم عربی میں، جیسا کہ ہمارے استاد مولانا فراہی (رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب: "الامعان فی اقسام القرآن" میں وضاحت فرمائی

ہے۔ شہادت کے لئے آتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ پُر حکمت قرآن جو تم لوگوں کو سنا رہے ہو، خود اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ تم رسولوں کے زمرے سے تعلق رکھنے والے ہو۔ رسول کے سوا کوئی دوسرا اس طرح کا حکیمانہ اور معجز کلام پیش کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے اعجاز میں اصلی دخل اس کی حکمت، اس کے فلسفہ کو ہے۔ اس کی زبان کی بلاغت و جزالت مزید بر آں ہے۔"[34]

﴿وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾ واوٗ واوِ قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے لیے قرآنِ کریم کی قسم کھائی ہے، جو نظم عجیب اور معانی بدیعہ سے محکم ہے یا جو قرآن حکمت والا ہے، اس بات پر (قسم اُٹھائی) کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں، تاکہ کوئی آپ ﷺ کے مرسل ہونے پر شک نہ کرے۔ ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ یعنی آپ ﷺ ان انبیاء کرام سے ہیں جو اپنی قوم اور دوسری اقوام کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ قسم اور لام (تاکید) کے ساتھ تاکید اُن لوگوں پر رد کے لیے ہے، جنھوں نے کفار میں سے آپ ﷺ کی رسالت کا یہ کہہ کر: ﴿لَسْتَ مُرْسَلاً﴾ انکار کیا۔)"[35]

کفار مکہ حضور سرور عالم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور طرح طرح کے الزامات اور استحالے پیش کرتے تھے۔ یہاں خداوند عالم قسم اٹھا کر اپنے رسول کی رسالت کی شہادت دے رہے ہیں۔ فرمایا! اے انسان کامل! یا اے عرب و عجم کے سردار! مجھے اس قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ ان برگزیدہ انسانوں میں سے ہیں، جن کو میں نے رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور مجھے قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں۔ اے حبیب! جب تیرا پروردگار تیری رسالت کی شہادت دے رہا ہے اور وہ بھی قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر۔ اس کے بعد اگر کوئی بدبخت تیری رسالت کو ماننے سے انکار کرے تو آپ کو رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہئے۔"[36]

درج بالا مقام پر جہاں مقسم بہ پر مقسم علیہ کے مضمون کی تاکید کا حامل ہے یعنی اللہ تعالی کا اس کی قسم کھانے کا مطلب مُقسَم عَلَیہِ کی بابت ان میں موجود دلائل کو بطورِ اِستِشہاد پیش کرنا ہے وہاں مقسم بہ کے اللہ تعالی کے ہاں معظم اور شریف القدر ہونے سے بھی کنایہ ہے۔: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سوا کسی کی رسالت کے لئے قسم نہیں اٹھائی اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے عظمت اور شرف کا اظہار ہے۔ اسلوب قسم بھی اپنے انداز میں معنی خیز ہے۔ اَوَّلاً قرآن کریم کی خاص طور پر قسم کھانے میں اور ثانیاً اس کی صفت "حکیم" لانے میں، اس کے عظیم الشان ہونے کی دلیل ہے اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ جس طرح آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے، بایں طور کہ اس کا نظم معجز بَدَائِعُ الحِکَم پر مشتمل ہے، اسی طرح یہ اس حیثیت سے بھی اس کی گواہی دیتا ہے۔

چھٹا مقام

﴿ ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ . بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ﴾[37]

(ص! اس نصیحت والے قرآن کی قسم (1) بلکہ کفار غرور و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔)

ان آیاتِ مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱- مُقسِمُ: اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذاتِ خود ہے۔ 2 مُقسَم بِہٖ: شرف و بلند مرتبے والا قرآن مجید کی قسم کھائی گئی ہے۔ 3- مُقسَم عَلَیْہِ: اَلزَّمَخْشَری کے نزدیک مُقسَم عَلَیْہِ محذوف ہے اور وہ "بے شک قرآن مجید کلام معجز ہے" کیونکہ کلام کے ابتدا میں تحدی (Challenge) اس پر دلالت کرتا ہے۔ *4- اَدَاۃِ قسم: یہاں واو بطورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات میں مقسم بہ کے طور پر قرآن کریم کے انتخاب کے میں قرآنی قسم کی معنویت

اللہ تعالی کے قول: ﴿وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ﴾ (اس نصیحت والے قرآن کی قسم) میں واو، واو قسم ہے۔ اس مقام پر قرآن کی قسم کھانے میں اس کے شرف قدر اور علو مرتبت پر تنبیہ ہے۔"[38] ﴿ وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّكْرِ﴾ قسم کے لیے ہے یقیناً قرآنِ کریم کو مُقسَم بِہٖ آپ پر لطف و عنایت کا اظہار کرنے کے لیے ہے۔ پس اگر اس سے مراد مکمل قرآنِ کریم ہے تو ان دونوں کے درمیان حقیقی مغایرت ہے اور اگر اس سے مراد یہی سورت ہے پس یہ اعتباری ہے جیسے تیرا یہ قول ہے: "مَرَرْتُ بِالرَّجُلِ الْكَرِيْمِ وَبِالنِّسْبَةِالْمُبَارَكَةِ" جو کچھ بھی مُقسَم بہ ہو اس تکریر میں مقسم علیہا جملہ کے مضمون کی تاکید ہے۔) "[39]

قرآن کریم کی قسم اس کی عظمت شان کی غماز ہے۔ یہ قسم جواب قسم کے مضمون کی تاکید ہے جبکہ قسم یہاں صرف منکرین کی تکذیب کو رفع کرنے کے لیے نہیں بلکہ وہ تو مقسم (قسم کھانے والے) کی بھی تصدیق نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالی کے اس قول: ﴿ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ اور ﴿ أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحاً﴾ [الزخرف: 5] کی اس پر تفریع (قاعدہ اور اصول سے فروعی مسائل نکالنا) اس بنا پر ہے کہ قسم کے مخاطب منکرین تھے۔ "ان" کے ساتھ جواب کی تاکید اس خبر کی تاکید کے لیے ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے۔[40] "قسم کی اولین غرض و غایت جملہ قسمیہ کے مضمون کی تاکید میں مبالغہ ہے۔ اللہ تعالی کا چیزوں کی قسم کھانے کا مطلب مُقسَم عَلَیْہِ کی بابت ان میں موجود دلائل کو بطورِ اِستِشہاد پیش کرنا ہے۔[41]

اس مقام پر قرآن کی قسم کھانے میں اس کے شرف قدر اور علو محل و مرتبت پر تنبیہ ہے، قرآن کریم کی قسم اس کے مضمون کی تاکید کے لیے ہے، قسم کی اولین غرض و غایت جملہ قسمیہ کے مضمون کی تاکید میں مبالغہ ہے اور اللہ تعالی کا چیزوں کی قسم کھانے کا مطلب مُقسَم عَلَیْہِ کی بابت ان میں موجود دلائل کو بطورِ اِستِشہاد پیش کرنا ہے چنانچہ اس مقام پر مقسم بہ مقسم علیہ کی صداقت پر بطور استشہاد بھی معنویت کا حامل ہے۔

ساتواں مقام

﴿ حم . وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ. إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ . فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ . رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾[42]

(حم. قسم ہے اس وضاحت والی کتاب کی. یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں. اسی رات میں ہر مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے. ہمارے پاس سے حکم ہو کر، ہم ہی ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے. آپ کے رب کی مہربانی سے۔ وہی ہے سننے والا جاننے والا

ان آیات مبارکہ میں ارکانِ قسم

ا- مُقسِم (قسم اٹھانے والا) : اَللہ سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی ہے۔ 2- مُقسَم بہِ (جس کی قسم اٹھائی گئی ہے) : قرآن حکیم مقسم بہ ہے ۳- مُقسَم عَلَیہِ: یقینا ہم نے اسے (قرآن کریم کو) بابرکت رات میں اتارا ہے بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ 4-اَداۃِ قسم: یہاں واو اَداۃِ قسم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں قرآنی قسم کی بلاغی معنویت

درج بالا آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ مُقسَم عَلَیہِ جو کہ قرآنِ کریم ہے، کو بابرکت رات میں نازل کیا گیا ہے تاکہ اہل عرب اور غیر اہل عرب کو اللہ تعالی کی نافرمانی سے ڈرایا جائے۔ قرآنِ کریم کی صفت "المبین" کو اس لیے یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ ایسا کلام ہے جو واضح، آسان اور عام فہم ہے کسی کے پاس یہ عذر نہیں کہ اس کو اس کی سمجھ نہیں آئی یا یہ کوئی پیچیدہ اور مغلق کلام ہے۔ چنانچہ اس مناسبت سے یہاں اس مقام پر صفت "المبین" کا ذکر معنی خیز اور بلاغی مَعْنَوِیَّت کا حامل ہے۔ اس کو ابن عاشور یوں بیان کرتے ہیں:

قرآن کریم کے مُقسَم بہ بنانے میں، وصف مبین کے ساتھ اس کے متصف ہونے میں اور جواب قسم اس حقیقت کو بنانے میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو واضح بنایا ہے قرآنِ کریم کے لیے ایک خاص مقام کی غمازی اور عکاسی ہے جبکہ مُقسَم بہ ہی مُقسَم عَلَیہِ ہے، یہ ایک بدیع اور عظیم قسم کی بلاغی مَعْنَوِیَّت ہے کیونکہ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مُقسَم عَلَیہِ عالی شرف اور عالیُ المرتبت ہے اس لیے کہ مُقسِم کو اس کے شرف و مرتبہ کا ثبوت دینے کے لیے اسی کو ہی لانا پڑا، قسم کے لیے اسے (مُقسِم کو) اس سے بڑھ کر کوئی اور مناسب چیز نا ملی۔)"[43]

آٹھواں مقام

﴿ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ ﴾

(آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم! کہ یہ بالکل برحق ہے ایسا ہی جیسا کہ تم باتیں کرتے ہو۔)

اس آیتِ مُبارکہ میں ارکانِ قسم

ا- مُقْسِمُ(قسم کھانے والا): اللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالَیٰ ہے۔2- مُقْسَم بِہٖ (جس کی قسم کھائی گئی ہے): آسمان اور زمین کے پروردگار کی قسم ہے۔ 3- مُقْسَم عَلَیْہِ: وہ(روز جزا) برحق ہے(اور ایسا یقینی) جیسا تم باتیں کر رہے ہو (کبھی اس میں شک نہیں ہوتا،اس طرح اس کو یقینی سمجھو)۔4-اَدَاۃِ قسم: یہاں واواَدَاۃِ قسم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

اس آیتِ مُبارکہ میں قرآنی قسم کی تاکیدی معنویت

اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالَیٰ نے عظیم الشان مُقْسَم عَلَیْہِ پر عظیم ترین مُقْسَم بِہٖ کی عظمت والی قسم کھائی ہے۔ خبروں کو اس قسم کے ساتھ موکد کیا ہے۔ پھر اس کو ایسے معاملے کے ساتھ تشبیہ دے کر موکد کیا ہے جس میں سلیم الاحساس شخص شک نہیں کرتا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ﴾ (آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم! کہ یہ بالکل برحق ہے ایسا ہی جیسا کہ تم باتیں کرتے ہو۔ "ابن عباس نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ یہ اسی طرح رونما ہونے والا حق ہے جس طرح تم بولتے ہو۔)۔"[44]

آسمان وزمین کی تخلیق، تنظیم اور انتظام وانصرام اس بات پر گواہ ہے کہ یہ قرآن کریم واقعی اس ذات باری کا کلام ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۃ الذاریات کا بنیادی موضوع عالم آخرت کا اثبات ہے۔ للذا زیادہ قرین سیاق یہ ہے کہ: "اِنَّهٗ لَحَقٌّ" کی ضمیر یوم الدین کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا اس صورت میں آیت کا مطلب یہ بنتا ہے کہ قیامت کا آنا اسی طرح برحق اور حقیقت ہے جس طرح تمہارا بات کرنا برحق اور حقیقت ہے۔۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے اور اپنی ذات کے مقام ربوبیت کی قسم کھا کر فرماتا ہے: قیامت کا وجود اس طرح حق اور واقعیت کا حامل ہے جس طرح تمہارا بولنا اور بات کرنا واقعیت کا حامل ہے۔ منکرین قیامت بولتے تو اپنی گفتگو اور نطق پر ان کا ایمان ہوتا تھا کہ اس کا وجود ہے کیونکہ وہ ناطق و گویا ہوتے تھے اس کے وجود کو عملا دیکھ رہے ہوتے تھے۔ اسی طرح قیامت کا وقوع بھی حقیقیت ہے۔ اس آیت مبارکہ میں مقسم بہ اور مشبہ بہ مقسم علیہ کے مؤید و موکد ہیں۔

نواں مقام

﴿ ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ . مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ . وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ . وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾[45]

(ن، قسم ہے قلم کی اور۔ اس کی جو کچھ وہ(فرشتے) لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔ اور بیشک تیرے لئے بے انتہاء اجر ہے۔ اور بیشک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔)

ان آیاتِ مبارکہ میں اَرکانِ قسم

ا- مُقْسِم : اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔2- مُقْسَم بِہٖ : قلم اور وہ کچھ جو وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔3- مُقْسَم عَلَیْہِ : نبی کریم ﷺ کا اپنے رب کے فضل سے دیوانگی سے پاک و منزہ ہونا ہے، بیشک ان کے لئے بے انتہاء اجر ہے اور بیشک وہ بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔4-اداۃ قسم : یہاں واو بطور اداۃ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات میں مقسم بہ کے طور پر (قلم اور جو کچھ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں کے انتخاب میں قرآنی قسم کی معنویت

اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ القلم سے مراد جنس قلم ہے اور اسی کی قسم کھائی جا رہی ہے۔ علوم و فنون، نظریات وافکار کی تعلیم اور اشاعت میں بے شک زبان کی قوت بیانیہ کا بڑا حصہ ہے لیکن اس کی افادیت زمان و مکان کی حد بندیوں میں محصور ہے۔ قلم، ایک ایسا آلہ ہے جو زمان و مکان کی مسافتوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ گزشتہ صدیوں کے علوم وفنون سے حال و مستقبل کو روشن کرتا ہے اور دور دراز علاقوں میں پیدا ہونے والے اُولُوا العَزم حکما و فضلا کے افکار و نظریات کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچاتا ہے۔

قرآن حکیم جو علم و حکمت کی برتری کا علمبردار ہے جس نے آدم خاکی کی عظمت کا راز اس بات کو قرار دیا ہے کہ اس کا سینہ علوم وفنون کا گنجینہ تھا، کوئی مخلوق وحشی کہ نوری فرشتے بھی اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ اس لیے قرآنِ کریم نے قلم کو جو علم کی نشر واشاعت کا موثر اور بے مثال ذریعہ ہے اس کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لیے اس کی قسم کھائی تاکہ اس قرآنِ کریم کے ماننے والے قیامت تک حکمت و دانش کے کارواں کی قیادت کرتے رہیں۔ اس کے حصول کے لیے پیہم جدوجہد سے اکتانہ جائیں اور دنیا کے گوشہ گوشہ کو اس کی روشنی سے منور کرنے کے لیے اپنی ہر امکانی کوشش کریں۔ صرف قلم کی قسم کھا کر اس کی عزت افزائی نہیں کی گییٔ بلکہ "وَمَا یَسْطُرُوْنَ" فرما کر علم کے ان جواہر پاروں کی بھی قسم کھائی گئی ہے جو نوک قلم سے صفحۂ قرطاس کی زینت بنتے ہیں۔ اس طرح ان کی شان کو بھی دوبالا کر دیا۔"[46]

نبی کریم ﷺ کی ذات کریم سراپا عقل و فہم، سرچشمہ فراست، منبع دانش و بینش تھی۔ اس کے اثبات کے لیے قلم اور جو کچھ وہ لکھتی ہے اس کی قسم معنی خیز ہے۔ پھر قلم ہی وہ آلہ ہے جسے یہ سعادت حاصل ہے کہ اس سے وحی لکھی جاتی ہے۔ اس موقع پر قلم کو اور جو کچھ وہ لکھتی ہے اس کو بطور مقسم بہ لانا بہت سی معنویتوں کا حامل ہے۔

دسواں مقام (اللہ تعالیٰ کا یوم قیامت اور نفس لوامہ کی قسم کھانا)

﴿ لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ . وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ .أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ . بَلَى قَادِرِينَ عَلَى أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ﴾[47]

(میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی (1) اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو (2) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں (3) ہاں ضرور کریں گے ہم تو قادر ہیں۔)

ان آیاتِ مبارکہ میں اَرکانِ قسم

ا- مُقْسِم : اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔2- مُقْسَم بِہٖ : قیامت کا دن اور نفس لوامہ کی قسم کھائی گئی ہے۔3- مُقْسَم عَلَیْہِ : تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا، یعنی اثبات معاد اور منکرین قیامت کا رد ہے۔4-اداۃ قسم: واحد متکلم کا صیغہ اقسم ہے۔

ان آیات میں مقسم بہ کے طور پر یوم قیامت اور نفس لوامہ کے انتخاب میں قرآنی قسم کی معنویت

قسم کے ساتھ سورۃ کا افتتاح یہ معلوم کروانے کے لیے ہے کہ اس کے بعد جو امر ذکر کیا جا رہا ہے وہ انتہائی اہم ہے تاکہ سامع کا نفس اس کی طرف کَمَا حَقُّہٗ متوجہ ہو جس طرح کئی مواقع اور مقامات پر قرآنِ کریم کی اقسام گزر چکی ہیں اس میں یہ بھی ایک اعجاز کا پہلو ہے کہ مُقْسَم بِہٖ ہی مُقْسَم عَلَیْہِ کے احوال پر دلیل کے طور پر لایا گیا ہے کیونکہ وہ مُقْسِم کے نزدیک انتہائی اہم مقام کا حامل ہے۔ "لَا اُقْسِمُ" کا صیغہ قسم کا صیغہ ہے، اس صیغہ "اُقْسِمُ" پر حرف نفی مُقْسَم بِہٖ کی حرمت اور احترام میں مبالغہ کے قصد و ارادہ کی غرض سے داخل کیا گیا ہے، وہ اس طرح کہ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ متکلم اس کی قسم کھانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن پھر مُقْسَم بِہٖ کے ہتک احترام کی غرض سے قسم کو چھوڑ دیتا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے میں اس کی قسم نہیں کھاتا اور نا ہی کوئی شیء میرے نزدیک اس سے محترم ہے کہ میں اس کی قسم کھاؤں یہ بھی تاکید قسم سے کنایہ ہے۔۔۔اس میں محسن بدیعی کی وہ صورت ہے جس میں مدح کی تاکید: "مَا یُشْبِہُ الذَّمَّ" کے ساتھ کی جاتی ہے۔ ہم نے اس کا اس سے پہلے ذکر نہیں کیا اور نا ہی کسی اور نے اس کا ذکر کیا ہے۔ قیامت کے دن کی قسم اس اعتبار سے کھائی ہے کہ یہ دن اللہ تعالی کے عدل اور فضل کے لیے ظرف ہے نیز اسی دن ملائکہ اور نفوس مبارکہ حاضر ہوں گے۔،۔۔۔"[48]

گیارھواں مقام (اللہ تعالی کی فرشتوں کی قسم کھانا)

﴿ وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا . وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا . وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا . فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا .فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا . يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ . تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ . قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾[49]

(ڈوب کر سختی سے کھینچنے والوں کی قسم! بند کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم! اور تیرنے پھرنے والوں کی قسم! پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم! پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم! جس دن کانپنے والی کانپے گی اس کے بعد پیچھے آنے والی (پیچھے پیچھے) آئے گی (بہت سے) دل اس دن دھڑکتے ہوں گے جن کی نگاہیں نیچی ہو ں گی)

اس آیتِ مُبارکہ میں ارکانِ قسم

ا- مُقْسِم : اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔2- مُقْسَم بِہٖ : فرشتے ہیں جو ان پانچ صفات سے متصف ہیں۔ [50]3- مُقْسَم عَلَیْہِ : محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہیں دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا۔[51]4-اداۃ قسم: یہاں واو بطورِ اداۃ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات میں مقسم بہ کے طور پر فرشتوں کے انتخاب میں قرآنی قسم کی معنویت

حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ، حضرت مجاہد، حضرت مسروق، حضرت ابن جبیر اور سدی رَحِمَہُمُ اللّٰہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کی قسم کھائی ہے کیوں کہ وہ (مَلَائِکہ) اَشْرَفُ الْمَخْلُوقَات میں سے ہیں، انہیں ان اوصاف کے ساتھ مُتَّصِف کر کے اس لیے بیان کیا ہے تاکہ اس سے مشرکین کے لیے ایک تنبیہ ہو کیونکہ وہ آخرت سے اور "مَابَعْدَ الْمَوْت" احوال سے غفلت میں ہیں ۔۔۔ پس اَرواح قبض کرنے والے فرشتوں کی قسم کھانے میں ان کے لیے نصیحت اور عبرت ہے۔ اس صورت میں قسم سورۃ کی اہم ترین غرض سے اہم آہنگ ہے اور یہ دوبارا زندہ کرنے کے اثبات کے لیے بھی ایک ثبوت ہے کیوں کہ موت آخرت کی مَنَازِل میں سے اَوَّلِین مَنْزَل ہے۔ چنانچہ یہ بَرَاعَتِ اِسْتِھْلَال (اپنے مدعا اور مقصود کو مؤثر اور مؤکد بنانے کے لیے) ہے۔"[52] عظیم صفات کی حامل مخلوقات کی قسم کے ساتھ سورت کی ابتداء مابعد خبر کی تحقیق واثبات کے لیے ہے، اس قسم میں مُقْسَم بِہ کی تحویل وتزیین ہے۔)"[53]

بارھواں مقام (اللہ تعالی کا مکہ مکرمہ کی قسم کھانا)

﴿ لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ. وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ. وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ. لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ﴾[54]

(میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔ اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں۔ اور (قسم ہے) انسانی باپ اور اولاد کی۔ یقیناً ہم نے انسان کو (بڑی) مشقت میں پیدا کیا ہے۔)

ان آیاتِ مبارکہ میں اَرکانِ قسم

ا۔ مُقْسِم: اَللّٰہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔ 2۔ مُقْسَم بِہ: مکہ مکرمہ، والد اور مولود مُقْسِم بھا ہیں۔ 3 مُقْسَم عَلَیۡہِ: انسان کا یہ حال کہ اسے اس دنیا میں مشقت اور تکلیف میں پیدا کیا گیا ہے۔ 4۔ اداۃ قسم: یہاں واو بطورِ اداۃ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات میں مقسم بہ کے طور پر مکہ مکرمہ کے انتخاب میں قرآنی قسم کی معنویت

لازائدہ ہے اور قسم کو مؤکد کرنے کے لیے مذکور ہوا ہے۔ اَلْبَلَد سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ یہاں شہر مکہ کی اس حیثیت سے قسم کھائی جارہی ہے کہ اللہ تعالی کا حبیب محمد مصطفی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃ وَالثَّنَاء اس میں تشریف فرما ہے۔ یہ شہر اگرچہ گوناگوں خوبیوں سے متصف ہے، لیکن اس مکینِ ذی شان کی وجہ سے جو عزوشرف اس کو حاصل ہوا ہے اس کی شان ہی نرالی ہے۔

وَاَنْتَ حِلٌّ" الخ والاجملہ حال ہے، مُقْسَم بِہ البلد کا۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں" اَقْسَمَ الله سُبْحَانه بِمَكه مُقَيَّدًا بِحُلُوْ له (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآله وَسَلَّم) اِظْهارًا لِمَزِيْدِ فَضَائِلِها بِشَرَفِ التَّمَكُّنِ عَلَى فَضْلٍ لَّهَا فِيْ نَفْسِهَا (اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی آمد کے ساتھ خاص کر کے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے تاکہ اس کے فضائل کا اظہار ہو۔۔۔)"[55]

تیرھواں مقام

﴿ لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ . وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ . وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ . لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ﴾[56]

(میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔()اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں()اور (قسم ہے)انسانی باپ اور اولاد کی()یقیناہم نے انسان کو (بڑی)مشقت میں پیدا کیا ہے۔())

ان آیاتِ مبارکہ میں ارکان قسم

ا۔ مُقسِم :اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذاتِ خود ہے۔2۔ مُقْسَم بِہ :مکہ مکرمہ،والد اور مؤلود مُقْسَم بِھاہیں۔3۔ مُقْسَم عَلَیْہِ :انسان کا یہ حال کہ اسے اس دنیا میں مشقت اور تکلیف میں پیدا کیا گیا ہے۔4-اَدَاۃِ قَسَم : یہاں واو بطور اداۃ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات میں قرآنی قسم کی تاکیدی معنویت

(اصل دعویٰ جس پر قسم کھائی گئی ہے)۔ قسم یہاں بطور شہادت اصل دعوے کی تائید میں کھائی گئی جو آگے: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ﴾ کے الفاظ میں مذکور ہے۔﴿ بِهَذَا الْبَلَدِ﴾ سے مراد سرزمین مکہ ہے۔سورۂ تین میں بھی اس قسم کی: ﴿ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾۔(التین:3،95)کے الفاظ سے کھائی گئی ہے۔قرآن مجید کی دوسری قسموں کی طرح یہ قسم بھی جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، سرزمین حرم کے تقدس کے پہلو سے نہیں بلکہ اس دعوے پر دلیل کے پہلو سے کھائی گئی ہے جو آگے مذکور ہے۔"[57]

چودھواں مقام

﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى . وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى . وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى . إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى﴾[58]

(قسم ہے رات کی !جب چھاجائے.اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو.اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر ومادہ کو پیدا کیا()یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے)

ان آیاتِ مبارکہ میں ارکان قسم

ا۔ مُقسِم :اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذاتِ خود ہے۔2۔ مُقْسَم بِہ : رات جب چھاجائے،دن جب روشن ہو اور وہ ذات جس نے نر ومادہ کو پیدا کیا۔3۔ مُقْسَم عَلَیْہِ : یقیناتمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے(لہذا تمہیں تمہاری مختلف کوششوں کی مختلف جزادی جائے گی)۔4-اَدَاۃِ قَسَم : یہاں واو بطورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ میں قرآنی قسموں کی تاکیدی معنویت

مُقْسَم بِہ کی مُقْسَم عَلَیْہِ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ لوگوں کی کوششوں میں سے کچھ کوششیں خیر والی (اچھی)اور کچھ کوششیں بری ہیں اور دونوں مختلف کوششیں روشنی اور اندھیرے سے مماثلت رکھتی ہیں اور لوگوں کی کوششیں بار آور ہیں ان میں سے کچھ نافع ہیں اور کچھ ضرر رساں ہیں۔ جس طرح مرد اور عورت نیک اور بری اولاد کو جنم دیتے ہیں۔"[59]

پندرھواں مقام

﴿ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ. وَطُورِ سِينِينَ. وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ. لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴾[60]

(قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی!()اور طور سینین کی!()اور اس امن والے شہر کی()یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا)

ان آیاتِ مبارکہ میں ارکان قسم

1- مُقسِم: اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالَی بذات خود ہے۔2- مُقْسَم بِہ: انجیر، زیتون، طور سینین اور امن والا شہر (مکہ مکرمہ) ان آیات میں مقسم بہا ہیں۔۳- مُقْسَم عَلَیْہ: یقیناً اللہ تعالی کا انسان کو بہترین صورت میں پیدا کرنا ہے۔ 4-اَدَاۃِ قَسَم: یہاں واو بطورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ میں قرآنی قسم کی تاکیدی معنویت

تاکید کنندہ قسم کے ساتھ کلام کی ابتدا اس مقصد کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے جس کے لیے اسے چلایا گیا ہے۔ قسم کی طوالت کا مقصد مُقْسَم عَلَیْہِ کی طرف شوق دلانا ہے۔"[61]"۔۔۔قسم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تقویم پوشیدہ اور مخفی تقویم ہے اور یہ رد پوشیدہ اور مخفی رد ہے جس کے ادراک کے لیے تدبر واجب ہے جیسا کہ اسے ہم اپنے اس قول: " فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ "میں عنقریب بیان کریں گے لہذا اس وجہ سے یہ مناسب ہے کہ اسے قسم کے ساتھ تاکید دے کر ثابت کیا جائے۔ کیونکہ اپنے عقائد میں زیادہ تر لوگوں کے تصرفات اس حالت پر جاری ہیں جو ان لوگوں سے مشابہ ہیں جو اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ انہیں فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔)"[62]"جبل تین کی شہادت جزاء پر سب سے پہلے جبل تین کی قسم کھائی گئی ہے۔"[63]

سولھواں مقام

﴿ وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا . فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا .فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا . فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا . فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا . إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ﴾[64]

(ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم. پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی قسم!. پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی قسم!. پس اس وقت گرد وغبار اڑاتے ہیں. پھر اسی کے ساتھ فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں. یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے)

ان آیاتِ مبارکہ میں ارکان قسم

1- مُقسِم: اَللہ سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔2- مُقسَم بِہٖ: وہ گھوڑے ہیں جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگے جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر اس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں (مراد اس سے لڑائی کے گھوڑے ہیں۔ جہاد ہو یا غیر جہاد، عرب چونکہ حرب وضرب اور جنگ کے عادی تھے جس کے لئے گھوڑے پالتے تھے ان کی مناسبت سے ان جنگی گھوڑوں کی قسم کھائی گئی۔3- مُقسَم عَلَیہ:) بیشک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے۔4-اَدَاۃِ قسم: یہاں واو بطورِ اداۃِ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ میں قرآنی قسم کی تاکیدی معنویت

ترتیب بیان اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے تصرف میں جو حیوانات دیئے ہیں ان میں سے خاص طور پر جنگی گھوڑوں کی ان جاں فشانیوں، جاں بازیوں اور قربانیوں کا بطریق قسم حوالہ دیا ہے جو وہ اپنے آقا یعنی انسان کی اطاعت و خدمت کی راہ میں کرتے ہیں اور پھر انسان کی ناشکری وناسپاسی پر اس کو ملامت کی ہے کہ آخر وہ اپنے ان غلاموں اور مملوکوں کی اس وفادارانہ روش سے یہ سبق کیوں نہیں سیکھتا کہ وہ بھی کسی مالک کا مملوک، کسی رب کا مربوب اور کسی آقا کا غلام ہے اور اس پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بھی انہی کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس کی بندگی کرے اور اس کے احکام کی اطاعت میں سر گرم رہے۔"[65]

﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ﴾ یہ وہ اصل بات ہے جس پر شہادت کے لئے اوپر کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ 'کَنُود' کے معنی ہیں ناشکرا، ناسپاس، تنہاخور، اپنے مالک کی عنایتوں کا ناقدرا۔ مطلب یہ ہے کہ جو انسان گھوڑوں کی یہ ساری جاں نثاریاں دیکھتا ہے اور ان کی قربانیوں سے بہرہ مند ہوتا ہے لیکن اسے یہ سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ بھی اپنے رب کا غلام ہے اور اس پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بھی انہی کی طرح اپنے رب کی اطاعت میں سر گرم و سینہ سپر رہے، وہ نہایت ناشکرا اور لئیم ہے۔ کیونکہ وہ جانور ہو کر اپنے مالک کا حق پہچانتے ہیں اور یہ انسان ہو کر اپنے خداوند کا حق نہیں پہچانتا۔ گھوڑوں کے خاص طور پر ذکر کی وجہ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ گھوڑوں کا ذکر بطور مثال ہے۔ یہی وفاداری و جاں نثاری ان تمام حیوانات میں پائی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مسخر کئے ہیں۔۔۔۔ ۔انسان کے لئے خاص درس گھوڑوں کی یہ قدر و قیمت، ظاہر ہے کہ ،ان کی خدمات اور جاں بازیوں کی بنا پر ہے جو وہ انسان کی انجام دیتے ہیں۔ اگر یہ خدمتیں وہ انجام نہ دیتے تو انسان نہ ان پر اپنا مال خرچ کرتا اور نہ اپنے قصیدوں میں ان کی مدح سرائی کرتا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہے کہ غلام کی قدر و قیمت کا

انحصار اس کی خدمات پر ہے لیکن خود اپنے معاملے میں وہ اس حقیقت کو فراموش کر جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ جس رب کا غلام ہے حکم تو اس کا ایک نہ مانے لیکن انعام دنیا اور آخرت دونوں میں سب سے بڑھ کر پائے۔

انسان کی ناشکری کا ایک اور پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ انسان نہ گھوڑوں ہی کا خالق ہے اور نہ ان چیزوں ہی کا خالق ہے جن پر ان کی پرورش کا انحصار ہے تاہم وہ نہایت بے جگری سے انسان کی خدمت محض اس وجہ سے کرتے ہیں کہ خدا نے ان کو اس کی خدمت میں لگا دیا ہے۔ اس کے برعکس انسان کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بھی خالق ہے اور اس کے کام آنے والے تمام جانوروں اور معاش و معیشت کے جملہ اسباب و وسائل کا بھی لیکن وہ خدا کی بندگی کے حقوق و فرائض سے بے پرواہ ہے۔"[66]

سولھواں مقام (اللہ تعالیٰ کا زمانے کی قسم کھانا)

﴿ وَالْعَصْرِ . إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ . إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾[67]

(زمانے کی قسم! بیشک (بالیقین) انسان سر تا سر نقصان میں ہے. سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی)

ان آیاتِ مبارکہ میں ارکانِ قسم

۱- مُقسِم: اَللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی بذات خود ہے۔ 2- مُقْسَم بِہ: "العصر" کی قسم کھائی گئی ہے۔ 3- مُقْسَم عَلَیْہِ: ان لوگوں کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ مستثنیٰ کر لیتا ہے تمام انسان خسارے میں ہیں۔ 4- اداۃ قسم: یہاں واو بطورِ اداۃ قسم استعمال ہوا ہے۔

ان آیات میں مقسم بہ کے طور پر زمانے کے انتخاب میں قرآنی قسم کی معنویت

پس گویا کہ وقت اور زمانہ بھی بنیادی نعمتوں میں سے ہیں، پس اسی لیے اس کی قسم کھائی ہے اور اس حقیقت پر یہ تنبیہ ہے کہ مُکلَّف اس کو ضائع کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهارَ خِلْفَةً لِمَنْ أَرادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرادَ شُكُوراً ﴾ (وراسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کی نصیحت کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔) میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ وَرَابِعُهَا: میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّماواتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ﴾ (آپ کہیے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملکیت ہے)، میں مکان اور مکانیات کی طرف اشارہ ہے پھر فرمایا: اس فرمان باری تعالیٰ: ﴿ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهارِ﴾ (اور اللہ ہی کی ملک ہیں وہ سب کچھ جو رات میں اور دن میں رہتی ہیں اور وہی بڑا سننے

والا بڑا جاننے والا ہے۔" میں زمین اور زمانیات کی طرف اشارہ ہے، اور وہاں ہم نے یہ بیان کر دیا ہے کہ زمانہ مکان سے اشرف ہے، پس جب معاملہ اس طرح ہے تو پھر زمانے کی قسم اللہ تعالی کی ملکوت اور بادشاہت کے دو حصوں میں سے افضل اور اولی حصے کی قسم ہے۔"[68]

ان آیات میں مقسم بہ کے طور پر صلاۃ عصر کے انتخاب میں قرآنی قسم کی معنویت

اللہ تعالی نے صلاۃ عصر کی قسم کھائی ہے کیوں کہ یہ ﴿الصَّلاةُ الْوُسْطى﴾ ہے اور یہ اس کی فضیلت کی دلیل ہے۔"[69]

ان آیات میں مقسم بہ کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے انتخاب میں قرآنی قسم کی معنویت

بے شک رسُولِ کریم ﷺ کے زمانہ کی قسم ہے،۔۔۔ پس اللہ تعالی کے اس فرمان: "وَالْعَصْرِ" کا مطلب ہے کہ اس زمانہ کی قسم جس میں اے نبی کریم ﷺ آپ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اس آیتِ مُبارکہ میں آپ ﷺ کے زمانہ کی قسم کھائی ہے جبکہ اِس قول: ﴿وَأَنْتَ حِلٌّ بِهذَا الْبَلَدِ﴾[70] میں، آپ ﷺ کے مکان کی قسم کھائی ہے۔ اور اس قول: ﴿لَعَمْرُكَ﴾ (الحجر: 72) میں آپ کی عمر قسم کھائی ہے۔ پس گویا کہ اللہ تعالی نے کہا: (اے نبی کریم ﷺ) تیرے زمانے، تیرے شہر اور تیری عمر کی قسم، یہ سب آپ ﷺ کے لیے ظرف ہے جب ظرف کی تعظیم لازم ہے تو مظروف کے حال کو قیاس کریں، (تو اس کی تعظیم تو بالاَوْلی لازم ہے) پھر قسم کی توجیہ بیان کی ہے گویا کہ اللہ تعالی کہتا ہے: اے محمد آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور انہیں دعوت دی لیکن انہوں نے اعراض کیا اور تمہاری طرف التفات نا کیا، اس لیے ان کا خسران عظیم ترین ہے اور ان کی ذلت بھی جلیل ترین ہے۔"[71]

"العصر" مقسم بہ ہے۔ اس سے مراد زمانہ لیا جائے، صلاۃ عصر لی جائے یا رسول کریم ﷺ کا عہد مسعود، اس حقیقت میں کچھ شک نہیں کہ مقسم بہ، مقسم کے نزدیک موقر و محترم ہے۔

نتائج تحقیق

اس حقیقت میں کچھ شک نہیں کہ قرآن کریم موزوں ترین مُقْسَم بہ کے انتخاب کے لحاظ سے معجزانہ، جداگانہ اور منفرد اسلوب کا حامل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم سب سے زیادہ مناسب مقسم بہ کا انتخاب کرنے میں شاندار، بے مثال اور منفرد انداز پر مشتمل ہے۔ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا، چنانچہ عربوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ مناسب ترین شخصیت کا بطور مقسم بہ انتخاب کیا ہے۔ جس مقسم بہ کا انتخاب کیا گیا ہے، وہ تاکیدی کلمات کے طور پر سب سے زیادہ موزوں، بلاغی توجیہات کی غرض سے سب سے زیادہ وقیع اور مناسبت و شہادت کے لحاظ سے سب سے زیادہ موثر ہے۔ بلاشبہ اقسام القرآن کثیر الجہات معنویت کی حامل ہیں۔ اقسام القرآن کی معنویت کا ایک معنی خیز پہلو موزوں ترین مُقْسَم بہ کا انتخاب کرنا ہے

بعض مقامات پر مقسم بہ کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ وہ اَہلِ عَرَب کے ہاں کے نزدیک معظم و محترم ہے چونکہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا اس لیے اللہ تعالٰی نے بعض اشیاء کی قسم ان کی قدر و منزلت کو واضح کرنے لیے کھائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت اور رفعت شان کو واضح کرنے کے لیے آپ ﷺ کی عمر اور آپ ﷺ کے رب ہونے کی قسم کھائی ہے۔

موزوں ترین مُقسَم بِہ کے انتخاب میں تاکیدی، بلاغی، شہادت، مناسبت اور طوالت برائے تشویق کا معنوی پہلو بھی عیاں اور واضح ہے، چنانچہ قرآنِ کریم قلم، قیامت، نفس لوامہ، فرشتوں، مکہ مکرمہ، زمانے اور صلاۃ عصر وغیرہ کی قسمیں کھانے میں درج بالا اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس مختصر تحقیق میں منتخب تفسیری ادب کی روشنی میں یہی ثابت کیا گیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 محمد بکر إسماعیل (المتوفی: 1426ھ): دراسات في علوم القرآن، ج1، ص324، دار المنار، الطبعة الثانية 1419ھ-1999م۔

2 المصدر السابق۔

3 ابن القیم، محمد بن ابو بکر بن أیوب بن سعد، شمس الدین، الجوزیہ (المتوفی: 751ھ-):: التبیان في أقسام القرآن، ص2،، المحقق: محمد حامد الفقي، دار المعرفة، بیروت، لبنان۔

4 آل عمران 3:18۔

5 3-یونس 10:53۔

6 الذاریات 51:22،23۔

7 السیوطی، عبد الرحمٰن بن إبي بکر، جلال الدین (المتوفی: 911ھ-): الاتقان فی علوم القرآن، ج4، ص ۵۴،53 المحقق: محمد إبو الفضل إبراہیم، الهيئة المصرية العامة للكتاب، الطبعة: 1394ھ-/1974م.

8 العصر 103:1،2۔

9 الذاریات 51:7۔

10 العادیات 100:1۔

11 المصدر السابق، ج5، ص254۔

12 السیوطی، عبد الرحمٰن بن إبي بکر، جلال الدین (المتوفی: 911ھ-): الاتقان فی علوم القرآن، ج4، ص53۔

13 ڈاکٹر عبد الجلیل: لغة القرآن الکریم، ص267،268۔

14 النساء 4:65۔

15 اصلاحی، مولانا امین احسن: تدبر قرآن، ج2، ص329، فاران فاؤنڈیشن، لاہور۔

16 محمد بن إحمد بن مصطفٰی بن إحمد المعروف بأبي زہرة (المتوفی: 1394ھ-): زہرة التفاسیر، ج4، ص1744، دار الفکر العربي۔

17 الحجر 15:72۔

18 القرطبیؒ: الجامع لأحکام القرآن، ج10، ص39،40، تحقیق: احمد البردونی وإبراہیم إطفیش، دار الکتب المصریۃ—القاہرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1384ھ-1964م، عدد الأجزاء: 20 جزءا (فی 10 مجلدات)۔ الزحیلی، ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ: التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، ج14، ص54،48، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، دار الفکر المعاصر—دمشق، الطبعۃ الثانیۃ، 1418ھ۔ السیوطی عبد الرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین (المتوفی: 911ھ): الإتقان فی علوم القرآن، ج4، ص55۔ ابو محمد، مکی بن ابی طالب حَمّوش بن محمد بن مختار القیسی القیروانی ثم الأندلسی القرطبیؒ المالکی (المتوفی: 437ھ): الہدایۃ إلی بلوغ النہایۃ فی علم معانی القرآن وتفسیرہ، وأحکامہ، وجمل من فنون علومہ ج6، ص3914، مجموعۃ بحوث الکتاب والسنۃ - کلیۃ الشریعۃ والدراسات الإسلامیۃ- جامعۃ الشارقۃ، المحقق: مجموعۃ رسائل جامعیۃ بکلیۃ الدراسات العلیا والبحث العلمی - جامعۃ الشارقۃ، بإشراف أ. د: الشاہد البوشیخی، الطبعۃ: الأولی، 1429ھ-2008م، درج بالا عبارت تفسیر القرطبیؒ کی ہے۔

19 الازہری، پیر محمد کرم شاہ: ضیاء القرآن، ج2، ص546، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور۔

20 الحجر 15:92،93۔

21 العمادی، ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ (المتوفی: 982ھ): إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم الشہیر بتفسیر إبی السعود، ج5، ص92۔

22 ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی (المتوفی: 1393ھ): التحریر والتنویر، ج14، ص87۔

23 مریم 19:68تا70۔

24 الرازی، فخر الدین، ابو عبد اللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحُسین التَّیْمِی، خَطِیبِ الرَّیّ (المتوفی: 606ھ): مفاتیح الغیب الشہیر بالتفسیر الکبیر، ج21، ص556، دار إحیاء التراث العربی—بیروت، الطبعۃ: الثالثۃ-1420ھ۔

25 الأرمی العلوی الہرری، مُحَمَّد الأمین بن عبد اللہ الشافعی: تفسیر حدائق الروح والریحان فی روابی علوم القرآن، ج17، ص191۔

26 الزحیلی، ڈاکٹر وھبہ بن مصطفیٰ: التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، ج16 ص142۔

27 ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی (المتوفی: 1393ھ): التحریر والتنویر، ج16، ص146۔

28 الزمخشری، ابو القاسم محمود بن عمرو بن احمد، جار اللہ (المتوفی: 538ھ): الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج3، ص33، دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ - 1407ھ-عدد الأجزاء: 4، الکتاب مذیل بحاشیۃ (الانتصاف فیما تضمنہ الکشاف) لابن المنیر الإسکندری (ت 683) وتخریج إحادیث الکشاف للإمام الزیلعی.

29 یٰس 36:1تا4۔

30 ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی (المتوفی: 1393ھ): التحریر والتنویر، ج22، ص345۔

31 القرطبیؒ: الجامع لأحکام القرآن الشہیر بتفسیر القرطبیؒ، ج15، ص5۔

32 القرطبیؒ: الجامع لأحکام القرآن = تفسیر القرطبیؒ، ج5، ص15۔

33 العمادی، ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ (المتوفی: 982ھ) إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم الشہیر بتفسیر إبی السعود ج7، ص159۔

34 اصلاحی، مولانا امین احسن: تدبر قرآن، ج6، ص401،400، فاران فاؤنڈیشن، لاہور۔

35 الزحیلی، ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ: التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، ج22، ص291۔

36 پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن، ج4، ص167،168۔

37 ص 38:1،2۔

38 الأرمی العلوی الہرری، مُحَمَّد الأمین بن عبد اللہ الشافعی: تفسیر حَدَائِقُ الرَّوحِ وَالرَّیْحَانِ فِیْ رَوَابِیْ عُلُومِ القُرآن، ج24، ص311۔

39 العمادی، ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ (المتوفی: 982ھ): إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم الشہیر بتفسیر إبی السعود ج7، ص213۔

40ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی (المتوفی: 1393ھ) :التحریر والتنویر، ج25، ص،159۔

41الأرمی العلوی الہرری، محمد الأمین بن عبد اللہ، الشافعی: تفسیر حَدَائِقُ الرَّوحِ وَالرَّيحَان فی رَوَابِیْ عُلُومِ القُرآن، ج26، ص189-2001م ۔ثُمَّ أَتْبَعَهُ القَسَم مَحْذُوف الجَوَابِ لِدَلَالَةِ التَّحَدِّيْ عَلَيهِ، كَأَنَّهُ قَالَ وَالقُرآنِ ذِي الذِّكْرِ إِنَّهُ لَكَلامٌ مُعْجِزٌ. الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج4، ص70۔

42الدخان:44تا6۔

43-ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی (المتوفی: 1393ھ) :التحریر والتنویر، ج25، ص159۔

44ابن القیم، محمد بن ابو بکر بن ایوب بن سعد، شمس الدین، الجوزیہ (المتوفی: 751ھ) : التبیان فی إقسام القرآن، ج1، ص422۔

45القلم68: 1تا4۔

46الازہری، پیر محمد کرم شاہ: ضیاء القران، ج5، ص329۔

47القیامۃ75: 1تا3.

48ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی (المتوفی: 1393ھ) :التحریر والتنویر، ج29، ص, 338337۔

49النازعات79: 1تا9۔

50فہذہِ کُلّھا صِفاتُ المَلائِکَۃِ، وَقِیلَ: إِنَّہا الکَواکِبُ الجارِیَۃُ عَلَی نِظامٍ مُعَیَّنٍ فِی سَیرِہا، غَرقاً مسرعۃ فی جریہا. نَشْطاً خارجۃ من برج إلی برج. سَبْحاً سائرۃ فی إفلاکہا بہدوء. سَبْقاً مسرعۃ قَبل غیرہا فی سبحہا. فَالمُدَبِّرات أَمْراً تدبر إمرا نیط بہا، کاختلاف الفصول و تقدیر الأزمنۃ و ظہور مواقیت العبادات. الزحیلی، ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ: التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، ج30، ص33۔إقسامٌ من اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ بطوائف الملائکۃ الذین ینزِعون الأرواحَ من الأجساد علی الإطلاقِ کما قالہ ابن عباس رضیَ اللہ عنہما و مجاہدٌ أو إرواحَ الکفرۃ کما قالہُ علیٌّ رضیَ اللہ عنہُ وابنُ مسعودٍ وسعیدُ بن جُبَیرٍ و مسروقٌ. العمادی، ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ (المتوفی: 982ھ) : إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم الشہیر بتفسیر إبی السعود، ج9، ص95۔

51 "وجواب القسم محذوف تقدیرہ: لتبعثن، بدلیل إنکارہم للبعث فی قولہ تعالی: إِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ، الزحیلی، ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ : التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، ج30، ص32۔

52ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی (المتوفی: 1393ھ) ،ج30، ص62۔

53المصدر السابق، ج30، ص60۔

54البلد90: 1تا4

55الازہری، پیر محمد کرم شاہ: ضیاء القرآن، ج، ص565۔

56-البلد90: 1تا4۔

57اصلاحی، مولانا امین احسن: تدبر قرآن، ج9، ص370، 271۔

۵۸اللیل92: 1تا4۔

59القرطبی: الجامع لأحکام القرآن الشہیر بتفسیر القرطبی، ج20، ص82۔

60التین95: 1تا4۔

61ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور التونسی (المتوفی: 1393ھ) :التحریر والتنویر، ج30، ص420۔

62المصدر السابق، ج30، ص423 ۔

63اصلاحی، مولانا امین احسن: تدبر قرآن، ج9، ص439، 438۔

64العادیات100: 1تا6۔

65اصلاحی، مولانا امین احسن: تدبر قرآن، ج9، ص497۔

66 المصدر السابق، ج9، ص501، 502، 503۔
67 العصر 103: 1تا3۔
68 الرَّازی، فَخْرِ الدِّیْن (المتوفی: 606ھ): مفاتیح الغیب الشہیر بالتفسیر الکبیر، 32، ص277۔
69 المصدر السابق، ج32، ص782۔
70 البَلَد 90: 2۔
71 المصدر السابق۔